زمینداروں کی اقتصادی مشکلات کا حل

مع رسالہ

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس اور مسلمان

تصنیفات
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی
امام جماعت احمدیہ قادیان

ملنے کا پتہ
عبدالعظیم مالک احمدیہ بک ڈپو قادیان دارالامان
ہدیہ بیس نئے پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

زمینداروں کی اقتصادی مشکلات کا حل

یعنی

حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان کا

وہ معرکۃ الآرا مضمون جو زمیندارہ کانفرنس منعقدہ لائلپور۔
(۲۰ ۲۱ جون ۱۹۳۱ء) میں پڑھا گیا اور جس میں زمینداروں کی مالی
حالت درست کرنیکے متعلق بہترین و قابل عملدرآمد تجاویز مندرج ہیں

جسے

مینجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے شائع کیا

اگست ۱۹۳۱ء

بار دوم
تعداد [illegible]

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم — نحمده ونصلي على رسوله الكريم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

زمینداروں کی اقتصادی حالت کس طرح درست ہو سکتی ہے؟

ملکی ترقی کیلئے نیک فال

برادران! مجھے اس بات کو معلوم کر کے نہایت ہی خوشی ہوئی ہے کہ زمیندار جو اس بات میں بدنام ہیں کہ انہیں سوائے اپنی قریبی ضروریات کے اور کسی بات کیطرف توجہ نہیں ہوتی۔ اب اپنی حالت سدھارنے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور میں آپکی موجودہ کانفرنس کو اپنے ملک کی ترقی کے لئے ایک نہایت ہی نیک فال سمجھتا ہوں۔

زمینداروں کے مقاصد اجتماع سے ہمدردی

گو میں اس علاقہ کا باشندہ نہیں ہوں جس علاقہ کے زمینداروں کی یہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ لیکن بوجہ اس کے کہ میں خود زمیندار ہوں اور ہزارہا آدمی میری جماعت کے اس علاقہ میں بستے ہیں جس کی طرف سے یہ

کانفرنس منعقد ہوئی ہے۔ مجھے آپ لوگوں کے اجتماع کے مقاصد سے پوری دلچسپی اور ہمدردی ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ جس خلوص نیت سے میں آپ لوگوں کو اپنے علم اور تجربہ کے مطابق اپنی اقتصادی حالت کی درستی کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ اسی خلوص نیت کے ساتھ آپ لوگ بھی میری باتوں پر غور کرینگے۔ خواہ ان میں سے بعض باتیں آپکے موجودہ خیالات کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔

ہر شعبۂ زندگی میں دیانتداری مقدم رہے

سب سے پہلے میں آپ لوگوں سے یہ بات کہنی چاہتا ہوں کہ ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں دیانتداری اور سچائی کو مقدم رکھنا چاہیئے۔ اور خواہ ہمارا مخاطب ہم سے کسقدر ہی اختلاف رکھتا ہو۔ اسکی خوبیوں کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔

گورنمنٹ اور زمیندار

پس گو اس وقت ہمارے اجتماع کی غرض یہ ہے کہ گورنمنٹ کے سامنے اپنی موجودہ حالت کو پیش کرتے ہوئے اس سے معاملہ اور آبیانہ کی کمی کا مطالبہ کریں۔ لیکن ہمیں یہ امر نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے کہ گورنمنٹ نے پچھلے تمام دستوروں کے خلاف اس سال معاملے اور آبیانے میں ایسی کمی کی ہے جسے ہم خواہ اپنی ضرورتوں کے لحاظ سے کتنا ہی تھوڑا سمجھیں لیکن گورنمنٹ کے پچھلے عمل اور پچھلے طریق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑی کمی ہے۔

پس گو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کمی سے زمینداروں کی تکلیف دور نہیں ہو سکتی لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس کمی سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ گورنمنٹ نیک نیتی کے ساتھ زمینداروں کی تکالیف پر غور کرنے کے لئے تیار ہے۔

پس جہاں ہمیں گورنمنٹ سے یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ وہ معاملہ اور آبیانہ میں اور کمی کرے۔ وہاں ہمیں ہز ایکسی لنسی دی گورنر ریونیو ممبر کا ممنون بھی ہونا چاہیئے۔ کہ انہوں نے قدیم روایات کے خلاف اور موجودہ حالت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ایک صحیح طرف قدم اٹھایا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس نیت کی موجودگی میں جس کا گورنمنٹ نے اظہار کیا ہے اگر واقعات کو صحیح طور پر اور نڈر ہو کر گورنمنٹ کے سامنے رکھ دیا جائے تو گورنمنٹ ضرور موجودہ تکلیف کے دور کرنے کے لئے ایک اور قدم اٹھائیگی۔ اور زمیندار اس تباہی سے دوچار ہونے سے محفوظ ہو جائیں گے جو فقر اور فاقہ کی صورت میں انکے سامنے آ رہی ہے۔

زمینداروں کی تکلیف کا اصلی باعث

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر گورنمنٹ معاملہ اور آبیانہ میں معتدبہ کمی کر دے۔ تو زمینداروں کی موجودہ تکالیف میں ایک حد تک کمی آ جائیگی۔ لیکن ہمیں اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ زمینداروں کی مشکلات عارضی مشکلات نہیں ہیں۔ اور کم سے کم ہم اپنے صوبے کے زمینداروں کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنگ اور جنگ کے بعد چند سالوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے زمینداروں کو کبھی بھی حقیقی خوشحالی نصیب نہیں ہوئی۔

پس اگر ہم زمینداروں کی حقیقی خوشحالی چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم اس امر پر غور کریں کہ اس تکلیف کے بواعث کیا ہیں اور ان کا علاج کیا ہے؟ اس سال کے معاملے کی تخفیف کا نتیجہ صرف اتنا نکلے گا کہ بہت سے زمیندار اس سال تکلیف سے بچ جائیں گے لیکن قوم کی موت بہرحال بری ہے۔ اگر کوئی قوم ایک سال کی بجائے دس سال میں تباہ ہو جاتی ہے تو ہم اس پر خوش نہیں ہو سکتے۔

پس اس سال معاملے یا آبیانہ کی تخفیف اس تباہی سے زمینداروں کو نہیں

بچا سکتی جو آہستگی سے لیکن یقینی طور پر ہر سال زیادہ سے زیادہ شدت کے ساتھ
انکو انہیں ہلاکت کی طرف پہنچا رہی ہے۔

زمیندار قرض کی بلا میں

اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے ملک کے زمینداروں کا بیشتر حصہ مقروض ہے اور مقروض بھی اسقدر کہ اس قرض سے بچنے کی انکے پاس کوئی بھی صورت نہیں اور ہم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ زمینداروں نے یہ قرض صرف شوق کے طور پر بڑھا دیا ہے۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ زمیندار بوجہ تعلیم کی کمی اور رسوم میں مبتلا ہونے کے قرضہ لینے میں بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں لیکن یہ زمیندار کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ ہمارا سارا ملک تعلیم میں پیچھے اور رسوم کی بلا میں گرفتار ہے لیکن باوجود اس کے زمیندار کے سوا دوسرے طبقے اسقدر مقروض نہیں ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ زمینداروں کے مقروض ہونے کے بواعث تعلیم کی کمی اور رسوم کی پابندی کے سوا کچھ اور بھی ہیں۔ اور جبتک ہم تمام اس بات پر غور نہیں کرینگے اور ان کا علاج نہیں کریں گے اس وقت تک زمیندار کبھی بھی ان تکالیف اور دکھوں سے نہیں بچ سکتے۔ جن میں وہ آجکل ہر وقت مبتلا رہتے ہیں۔

پس میں زمینداروں کی اقتصادی حالت کی خرابی کے متعلق بحث کرتے ہوئے ان تمام ضروری امور کے متعلق روشنی ڈالونگا جو مستقل طور پر یا عارضی طور پر زمینداروں کی اقتصادی حالت کی خرابی کا موجب ہوئے ہیں۔ اور پھر میں وہ علاج بتاؤں گا جسکے ذریعہ سے ہم ان خرابیوں کو پورے طور پر یا ایک حد تک دور کر سکتے ہیں

نرخ کی خرابی کے اسباب

یاد رکھنا چاہیئے کہ نرخ کی خرابی کے اسباب میں سے دو بڑے سبب گاہک کی کمی یا جنس کی فراوانی ہوتے ہیں۔ یعنی یا تو چیز اس لئے سستی ہو جاتی ہے کہ اس کے گاہک کم ہوتے

ہیں یا اس لیے سستی ہوجاتی ہے کہ گاہکوں کی ضرورت سے زیادہ اسکی پیداوار ہوجاتی ہے۔ اگر ان دونو اسباب میں سے ایک سبب بھی پیدا ہوجائے۔ تو زمینداروں کی مالی حالت کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کے زمینداروں کو ان دونو مصیبتوں سے ایک ہی وقت میں پالا پڑا ہوا ہے۔ یعنی خریدار کی کمی بھی انکی مالی حالت کو نقصان پہنچا رہی ہے اور پیداوار کی زیادتی بھی۔

خریداروں کی کمی کی وجہ

خریداروں کی کمی کیوجہ یہ ہے کہ پچھلے چند سال سے ہندوستان نے انگلستان کا مال خریدنا بند کردیا ہے اور اسوجہ سے انگلستان کے بنکوں کا قرضہ ہندوستان کے بنکوں کے نام تھوڑا ہو گیا ہے۔ شاید عام زمیندار اس بات سے واقف نہ ہوں کہ ایک ملک کے لوگ جب دوسرے ملک سے کوئی چیز خریدتے ہیں تو وہاں سے روپیہ نہیں جاتا۔ بلکہ اس مال کی خریداری صرف ہنڈیوں پر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ہندوستان کا کوئی تاجر ایک کروڑ روپیہ کا کپڑا انگلستان سے خریدے تو وہ ایک کروڑ روپیہ انگلستان نہیں بھیجیگا۔ بلکہ جب وہ مال ہندوستان پہنچیگا تو وہ شخص ایک کروڑ روپیہ یہاں کے کسی بنک کو اس مال کے بدلے میں ادا کردیگا۔ اور وہ بنک اپنی انگلستان کی شاخ کو ایک کروڑ روپیہ ادا کرنیکی چٹھی لکھ دیگا اور اس طرح ہندوستان کی شاخ انگلستان کی شاخ کی ایک کروڑ روپیہ کی مقروض ہوجائیگی اور اس روپے کے بدلے میں انگلستان ایک کروڑ روپیہ تک کا مال ہندوستان سے خرید سکیگا۔ اور اس طرح دونو طرف کے قرضے ادا ہوجائیں گے۔ لیکن اگر ہندوستان انگلستان سے مال خریدنا بند کردے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انگلستان کے بنکوں کی ہندوستان کے بنکوں کے ذمہ کوئی رقم نہیں ہوگی پس جب انگلستان کا روپیہ ہندوستان میں نہ ہوگا تو وہاں کے لوگ یہاں سے بھی مال خریدنے سے گریز کریں گے۔ کیونکہ اس صورت میں انہیں بجائے حساب فہمی کے

نقد روپیہ ادا کرنا پڑیگا۔ اور یہ امر ملک کی اقتصادی حالت کے لئے نہایت مضر سمجھا جاتا ہے اور نسبتاً مہنگا پڑتا ہے

پس انگریزی مال کے بائیکاٹ کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ انگلستان نے ہندوستان سے مال خریدنا کم کر دیا۔ اور اس طرح گاہکوں میں کمی آگئی اور غلے اور کپاس کی بکری کو نقصان پہنچا۔ کھانے والے اب بھی وہی موجود ہیں۔ دنیا کی آبادی کم نہیں ہو گئی۔ فرق یہ پڑا ہے کہ وہ انگلستان جو پہلے ہندوستان سے زیادہ مال خریدتا تھا۔ اب وہ آسٹریلیا۔ کینیڈا اور دوسری امریکن حکومتوں سے مال خریدتا ہے۔ کیونکہ وہ ملک باہمی سمجھوتے کے ماتحت انگلستان سے مال خریدتے ہیں۔ اور جبکہ انگلستان کی ضرورتیں ان ملکوں سے پوری ہو جاتی ہیں تو اسے ہندوستان سے پہلے کے برابر اجناس خریدنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

اجناس کی زیادتی کیوجہ سے نقصان

دوسرا نقصان ہندوستان کی اقتصادی حالت کو اجناس کی زیادتی کیوجہ سے ہوا اس کے دو اسباب ہیں۔ اول یہ کہ جب جنگ عظیم کے دوران میں بہت سی اقوام نے یہ محسوس کیا کہ اگر کسی وقت کوئی زبردست بحری بیڑا ان کے تعلقات کو دوسرے ممالک سے قطع کر دے تو وہ نہایت سخت مشکلات میں پڑ جائینگی۔ اور انکے ملک کے لئے کافی غلہ مہیا نہیں ہو سکیگا۔ اس احساس کے اثر کے نیچے وہ ممالک جو صرف صنعت و حرفت کی طرف توجہ کرتے تھے اور غلہ پیدا کرنیکی طرف انکی بہت کم توجہ تھی۔ انہوں نے بھی اپنے ملک میں زراعت پر زور دینا شروع کیا۔ تاکہ اگر آئندہ کسی جنگ میں ان کا محاصرہ بھی کر لیا جائے تو بھی انہیں کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایسے ممالک جسقدر غلہ پہلے دوسرے ممالک سے منگواتے تھے اسقدر غلہ منگوانیکی انہیں حاجت نہ رہی

روس میں غلہ کی افراط

دوسرا سبب اجناس کی زیادتی کا یہ پیدا ہو گیا ہے کہ روس کے ملک میں ایک ایسی حکومت قائم
ہے جس نے سب زمینداروں کی زمینیں لیکر سرکاری ملکیت قرار دیدی ہیں
ہر زمیندار کے پاس اتنی ہی زمین رکھی جاتی ہے جتنی وہ خود کاشت کر سکتا ہے۔
اور کسی زمیندار کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے بوئے بلکہ
گورنمنٹ بتاتی ہے کہ زمیندار کیا بوئیں اور کیا نہ بوئیں۔ گورنمنٹ نے مختلف تجربوں
کے بعد یہ معلوم کیا ہے کہ کس علاقے میں کونسی چیز اچھی ہو سکتی ہے۔ اس علم کے
ماتحت وہ زمینداروں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ صرف وہی چیز بوئیں جو گورنمنٹ کے
نزدیک اس علاقے کے مناسب ہے۔ جب غلہ پیدا ہو جاتا ہے تو زمیندار کو اسکے
کھانے کے مطابق غلہ ملتا ہے۔ باقی ضرورتوں کے لئے گورنمنٹ خود انتظام کرتی
ہے۔ یعنی کپڑے، جوتی وغیرہ دوران سال میں خود مہیا کر دیتی ہے۔ اس طرح اجتماعی
کاشت کے ذریعہ سے روس میں گیہوں کی پیداوار بہت بڑھا لی گئی ہے۔ اور ایک
دو سال میں کپاس کی پیداوار بھی اسی طرح بڑھا لینے کا اعلان کیا گیا ہے۔

چونکہ روس کی آبادی اتنا غلہ نہیں خرچ کر سکتی جتنا کہ ملک میں پیدا ہونے
لگ گیا ہے۔ اس لئے کئی کروڑ من غلہ جو بچ گیا ہے وہ نہایت سستے داموں پر باہر
فروخت کیا جا رہا ہے۔ پچھلے سال پندرہ آنے من تک رہ گیا ہے فروخت ہوا ہے۔
اور اس سال اس سے بھی شاید سستا ہو۔ یہ زیادتی اتفاقی امر نہیں ہے بلکہ روس
کی حکومت نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔ تاکہ اس سے دوسرے ملک کے زمینداروں
کو نقصان پہنچے اور ان میں بغاوت پیدا ہو کر وہ کمزور ہو جائیں۔ سوائے روس کے
اس قسم کی سکیم پر کوئی اور حکومت عمل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہاں سب زمین حکومت
کی ہے اور وہ زمینداروں کو مجبور کر کے جس طرح چاہے کام لے سکتی ہے۔ پھر چونکہ حکومت

زمینداروں کو روٹی کپڑا دیدیتی ہے وہ غلہ کا بھاؤ گرنے پر کوئی اعتراض بھی نہیں کر سکتے۔ دوسرے ممالک میں چونکہ یہ انتظام نہیں ہے۔ وہاں کے زمینداروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

ہندوستانی سکّہ کی گراں قیمت

تیسرا سبب جو اسوقت ہندوستان کی اقتصادی حالت کی خرابی کا موجب ہے وہ ہمارے سکہ کی قیمت ہے۔ گورنمنٹ نے روپیہ کی قیمت بڑھادی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہؤا ہے کہ بیرونی ممالک کو اپنے سکے کے مقابلہ میں ہندوستان کا روپیہ کم ملتا ہے۔ اور اس وجہ سے ہندوستان میں غلہ یا کپاس خریدنا انکو مہنگا پڑتا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ جس ملک کے سکے کی قیمت گراں ہو جائے اس ملک کا مال باہر کم جاتا ہے۔ اور جب سکہ کی قیمت گرجائے تو وہاں کا مال باہر زیادہ جاتا ہے۔ چنانچہ جنگ عظیم کے بعد جرمن حکومت نے جان بوجھ کر اپنے سکّے کی قیمت اتنی گرادی تھی کہ باہر کے ملکوں کو باقی ممالک کی نسبت جرمن کی چیزیں بہت سستی پڑنے لگ گئی تھیں جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ باہر سے بہت آرڈر جرمن میں جانے لگ گئے اور جرمن کے کارخانے جلد ہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ فرانس اور اٹلی نے بھی ایک حد تک اسی ترکیب سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اب اگر ہندوستان کا روپیہ سستا ہو جائے تو گیہوں کے ریٹ بھی کسی قدر زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اور باوجود اس کے باہر سے آرڈر بھی زیادہ آسکتے ہیں یہ تو عارضی اسباب میں سے بعض ہیں جو اسوقت ہندوستان کی حالت کو خراب کر رہے ہیں۔

بائیکاٹ دو دھاری تلوار ہے

چونکہ بائیکاٹ ایک سیاسی سوال ہے میں اس کے متعلق زیادہ تفصیل سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال جاپان کی اقتصادی حالت بھی بہت خراب ہو گئی تھی اور وہاں کے باشندوں میں سے ایک حصہ نے زور دینا شروع کیا تھا۔

کہ باہر کے ممالک کی چیزیں خریدنی بند کر دیجائیں اس طرح ہمارا روپیہ محفوظ رہیگا۔
لیکن جاپانی وزیر مالیہ نے جن کے حب وطن کے جذبہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا اور جو جاپانی ہی ہیں غیر ملکی نہیں۔ ان لوگوں کے جواب میں یہ کہا تھا کہ بائیکاٹ دو دھاری تلوار ہوتی ہے۔ وہ انہی لوگوں کو نہیں کاٹتی جن کے خلاف تم اسے چلاتے ہو بلکہ ساتھ ہی تمہارا نقصان بھی کرتی ہے۔ اور یہ جواب نہائیت ہی صحیح ہے۔

پس یہ میں نہیں کہتا کہ سودا خرید اجائے یا نہ خرید اجائے۔ لیکن میں اسقدر کہدینا چاہتا ہوں کہ اگر ہم غیر ملکی سودا خریدنے کے لئے تیار نہیں تو ہمیں اس بات کے لئے بھی تیار ہو جانا چاہیئے کہ ہماری اجناس کے خریدار بھی ضرور کم ہو جائیں گے پس اگر ہم غیر ملکی چیزوں کے بائیکاٹ کا فیصلہ کر دیں۔ تو ہمیں ایک عرصہ تک زمینداروں کی اقتصادی حالت کے بگڑے رہنے کو بھی قبول کر لینا چاہیئے۔

دوسرا موجب جو اجناس کی زیادتی کا ہے اس کے ایک حصے کا تو ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ یعنی مختلف ممالک جو اپنی ضرورتوں کو زیادہ سے زیادہ اپنے ملک میں پورا کرنا چاہتے ہیں انکو ہم اس فعل سے نہیں روک سکتے۔

کیا روسی حکومت کا طریق اختیار کیا جائے

ہاں روسی حکومت کا فعل سراسر اور محض سیاسی اغراض سے وابستہ ہے۔ اس کا علاج دو ہی طرح ہو سکتا ہے۔ یا تو یہ کہ دوسرے ممالک کے لوگ بھی روسی انتظام کو قبول کریں۔ یعنی سب زمیندار اپنے حقوق ملکیت ترک کر دیں۔ زمین کو نئے سرے سے برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور کاشت کا اختیار زمینداروں کے قبضہ میں نہ رہے۔ بلکہ حکومت کے ہاتھ میں ہو۔ حکومت جس چیز کی چاہے کاشت کرائے۔ اور زمینداروں کو کھانا کپڑا دینے کی ذمہ وار ہو۔ ممکن ہے کہ ان ممالک کے لوگ جہاں کی زمین صرف چند بڑے بڑے زمینداروں کے قبضے میں ہے اس قسم کی

تبدیلی کو ماننے کے لئے تیار ہو جائیں لیکن پنجاب جس کی زمینیں پہلے ہی تقسیم شدہ ہیں۔ اور آبادی کا زیادہ حصہ زمیندارہ پر گزارہ کرتا ہے۔ وہاں کے زمیندار تو میں سمجھتا ہوں کبھی بھی اس سکیم پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ پس یہ علاج تو ہمارے ملک کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔

دوسرا علاج یہ ہے کہ تمام ممالک اس بات کا فیصلہ کرلیں کہ روسی پیداوار ان کے ملک میں داخل نہ ہو سکے۔ اگر دنیا کی تمام یا اکثر حکومتیں اس بات پر اتفاق کرلیں تو موجودہ تباہی کا بہت کچھ علاج ہو سکتا ہے۔ پس میرے نزدیک اگر ہم اس مصیبت کو دور کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں گورنمنٹ پر زور دینا چاہیئے کہ وہ دوسری گورنمنٹوں سے ملکر یا تو روس کے غلے کی پیداوار کو محدود کرائے یا سب ملکر اس بات پر اتفاق کرلیں کہ روسی اجناس اپنے ملک میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اگر اس قسم کی کوئی تدبیر نہ کی گئی اور دوسری طرف روس میں بھی زمینداروں کی بغاوت کامیاب نہ ہوئی جو کہ روسی حکومت کے موجودہ قوانین کے سخت مخالف ہیں تو پھر دنیا کے زمیندار ایک لمبے عرصہ تک مشکلات میں مبتلا رہیں گے۔

پونڈ کی قیمت بڑھا دیجائے

تیسرا عارضی سبب جو اسوقت ہندوستان کی اقتصادی حالت پر اثر ڈال رہا ہے اسکا علاج بھی یہی ہے کہ ہم سب لوگ مل کر حکومت پر زور دیں کہ وہ اپنی اس پالیسی کو بدل دے کہ پونڈ کی قیمت ساڑھے تیرہ روپے رہے۔ بلکہ جس طرح پہلے ہوتا تھا وہ پونڈ کی قیمت پندرہ روپے کردے۔ اس طرح ہندوستان کو گاہک زیادہ ملجائیں گے اور اجناس کی قیمت بڑھ جائیگی۔

ریلوے کرائے کم کردے

زمینداروں کی اقتصادی حالت کے درست کرنے کا ایک عارضی ذریعہ یہ بھی ہے۔ کہ گورنمنٹ ریلوے کے

کرائے گرادے۔ اور جیسا کہ بعض دوسری گورنمنٹیں کرتی ہیں۔ جہازوں کو امداد دے کر انکے کرائے بھی گروادے۔ اس صورت میں بھی ہندوستان کو غلے کے گاہک زیادہ مل جائیں گے اور قیمت بڑھ جائیگی۔

پس ہمیں ان امور کے متعلق بھی گورنمنٹ کو توجہ دلانی چاہیئے۔ بظاہر گورنمنٹ پر یہ ایک بہت بڑا بوجھ معلوم ہوتا ہے لیکن عملاً اس صورت کو اختیار کرنے پر یہ بوجھ بہت کم ہوجائے گا۔ کیونکہ غلہ کی قیمت فوراً بڑھ جائیگی۔ اور گورنمنٹ کو معاملے میں اتنی تخفیف کی ضرورت نہ رہیگی جتنی کہ موجودہ حالات میں ہے۔ اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں ہوسکتا کہ معاملے میں تخفیف کر کے زمینداروں کی تکلیف دور کرنے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ ایسے ذرائع اختیار کئے جائیں کہ غلے کی قیمت بڑھ جائے اور غلے کی منڈیوں پر ہندوستان کا قبضہ قائم رہے۔

زمینداروں کے نقصان کے مستقل اسباب

جیسا کہ میں بتاچکا ہوں یہ عارضی اسباب اور عارضی علاج ہے۔ ان کے علاوہ بعض مستقل اسباب ہیں جن کی وجہ سے ہندوستان کے زمیندار خصوصیت کے ساتھ نقصان اٹھا رہے ہیں۔ اور جبتک ہم ان اسباب کا علاج نہیں کرینگے اُس وقت تک ہندوستان کے زمینداروں کی اقتصادی حالت درست نہیں ہوسکتی۔ ہمارے ملک کی بہت بڑی بدقسمتی ہوگی اگر ہمارا زمیندار طبقہ موجودہ عارضی مشکلات کو دور کر کے پھر غافل ہوجائے کیونکہ اس صورت میں وہ آج ایک چھوٹی تباہی سے بچ کر آج سے دس سال بعد ایک بہت بڑی تباہی میں مبتلا ہوجائیگا۔ پس میں ان اسباب کی طرف آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں جو اسباب کہ مستقل طور پر ہندوستان کی اقتصادی حالت کو خراب کر رہے ہیں۔

پہلا سبب

پہلا سبب تو یہ ہے کہ ہمارے ملک کی زمینوں کی پیداوار اجتماعی کوشش سے حاصل نہیں کیجاتی۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے

مختلف زمینداروں کے قبضے میں ہیں جس کی وجہ سے مشینوں سے کاشت کا کام نہیں
لیا جاسکتا۔ عمدہ آلات استعمال نہیں کیئے جاسکتے۔ اور ملک کی آبادی کا بہت سا حصہ
ایسی زمینوں کے ساتھ چمٹا بیٹھا ہے جو اس کے گزارہ کے لیئے کافی نہیں ہیں۔ میں چونکہ
اسوقت نہری آبادی کے زمینداروں کو مخاطب کر رہا ہوں میں اس تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتا
کہ کس طرح غیر نہری علاقوں میں چند گھماؤں بلکہ چند کنال زمین کے اوپر لاکھوں خاندان
گزارہ کر رہے ہیں۔ صرف اسوجہ سے کہ وہ زمینداروں کی اولاد ہیں اور صرف اسوجہ سے
کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے باپ دادے کے ترکے کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں
نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ لاکھوں خاندان پنجاب کے جن کی مجموعی تعداد ۲۵-۳۰ لاکھ سے کسی صورت
میں کم نہیں۔ اپنی طاقت کو بالکل ضائع کر رہے ہیں اور خشک تھنوں سے دودھ دوہنے
کی کوشش کر رہے ہیں۔ انکی مقبوضہ زمینیں کسی صورت میں بھی انکے لئے گزارہ کا موجب نہیں
بن سکتیں۔ پس وہ قرض لینے پر مجبور ہیں اور اس قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت نہیں۔ انتی
بڑے گروہ کو جو قرض لینے پر مجبور ہے قرض لیتے ہوئے دیکھ کر انکے ہمسائے بھی معمولی معمولی
ضرورتوں پر قرض لینے لگ جاتے ہیں۔ وہ نہیں دیکھتے کہ ہمارا ہمسایہ قرض لینے پر مجبور ہے وہ
صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ بھی زمیندار ہے اور ہم بھی زمیندار ہیں۔ غرض اس طرح ملک روز
بروز تباہی کے گہرے گڑھے میں گرتا جاتا ہے۔

میں خود اوپر لکھ چکا ہوں کہ پنجاب میں روس والی سکیم جاری نہیں کیجا سکتی لیکن
ہم اس امر کا بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ہمارا موجودہ طریق بھی ہمیں تباہی سے بچا نہیں سکتا۔
پس اگر ہمارا ملک تباہی سے بچنا چاہتا ہے تو ہمیں روس کی سکیم اور ہمارے موجودہ دستور
العمل کے درمیان میں کوئی سکیم ایجاد کرنی پڑیگی۔ اور اگر ہمارے ملک کے زمیندار ایسا نہیں
کرینگے تو آج نہیں تو کل انکی اولادیں بھیک مانگنے پر مجبور ہونگی لیکن جس آبادی کا
ایک معتد بہ حصہ بھیک مانگنے کے لئے اٹھ کھڑا ہو وہاں بھیک دینے والے کہاں سے آئیں گے؟

زمینداروں کی کمپنی

جنوبی امریکہ میں ان دونو طریق کے درمیان میں ایک سکیم پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ زمین تو ہر زمیندار کی سمجھی جاتی ہے۔ لیکن سارے گاؤں کے زمیندار مل کر ایک کمپنی بنا لیتے ہیں۔ جسکا حصہ بجائے روپیہ کی صورت میں ادا کرنے کے زمین کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔ چونکہ ایک بڑا ٹکڑا زمین کا اکٹھا مل جاتا ہے۔ اسکی کاشت مشترکہ کوشش کے ساتھ کیجاتی ہے۔ اور نتائج قریباً ویسے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے کہ روس میں ہو رہے ہیں۔ مگر زمیندار اپنی زمین سے بھی محروم نہیں رہتا اور ہر ایک زمیندار کو اس کی زمین کے مطابق حصہ مل جاتا ہے۔

میں یہ جانتا ہوں کہ اس قسم کی سکیم پنجاب کے زمینداروں کے لئے عمل کرنا اس وقت تک مشکل ہے جبتک کہ کوئی قیامت خیز تغیر پیدا نہ ہو جائے۔ پس میں یہ نہیں کہتا کہ ہم کو فوراً یہ طریق اختیار کر لینا چاہیئے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس طریق پر اب ہماری زمینوں کی کاشت ہو رہی ہے۔ اس طرح زمینداروں کا گزارہ بالکل نہیں چل سکتا۔ اور جسقدر آدمی اسوقت زمین سے گزارہ پیدا کرنیکی کوشش کر رہے ہیں۔ اسقدر آدمیوں کا گزارہ پنجاب کی زمین سے نہیں ہو سکتا۔ پس ہمیں کوئی ایسی درمیانی راہ نکالنی چاہیئے کہ جس کے ذریعہ سے زمینداروں کی حالت درست ہو سکے خواہ وہ جنوبی امریکہ والی تجویز ہو یا کوئی اور۔

زمیندارہ انجمن بنائی جائے

میرے نزدیک بہتر صورت یہ ہو گی کہ ایک زمیندارہ انجمن مستقل اصول پر بنائی جائے۔ جس کا کام یہ ہو کہ وہ وقتاً فوقتاً اجلاس کر کے زمینداروں کی مشکلات پر غور کرے اور ان کے علاج نکالے۔ اور جن تدبیروں پر ملک کا اکثر حصہ اتفاق کرے ان پر عمل کرنا شروع کر دیا جائے۔ اگر زمینداروں کے بچے آج سے ایک یا دو پشت کے بعد زمیندارہ چھوڑ کر دوسرے کام پر مجبور ہونگے تو کیوں دو نسلوں کو تباہ ہونے دیا جائے۔ کیوں نہ آج ہی سے اپنی اصلاح کی فکر کیجائے۔

دوسرا سبب

دوسرا مستقل سبب جو ہمارے ملک کی اقتصادی حالت کو خراب کرنے

کا موجب ہے یہ ہے کہ حکومت پیداوار پر نہیں بلکہ زمین پر۔ اور پیداوار کے مطابق نہیں بلکہ مقررہ رقم کی صورت میں معاملہ لیتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چھوٹے زمیندار بالعموم معاملہ دینے کی بھی توفیق نہیں پاتے۔ اگر پیداوار کے مطابق معاملہ ہوتا تو آج کسی عارضی انتظام کے لئے کسی زمیندارہ کانفرنس کی ضرورت نہ ہوتی۔ اگر دس روپے کی کاشت زمیندار کرتا تو گورنمنٹ اس میں سے اڑھائی روپیہ لے لیتی۔ مگر موجودہ صورت میں تو بعض جگہ پر گورنمنٹ کا آبیانہ اور معاملہ پیداوار سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ زمیندار اب خود کہاں سے کھائے اور اپنے بیوی بچوں کو کہاں سے کھلائے۔

گورنمنٹ کیا کرے

پس ہمیں گورنمنٹ کے سامنے یہ سوال پیش کرنا چاہیئے کہ دو تجویزوں میں سے ایک کو وہ اختیار کرے۔ یا تو وہ یہ کرے۔ کہ معاملہ مقرر نہ ہو بلکہ پیداوار کی قیمت کے لحاظ سے اس کی ہر سال تعیین ہوا کرے۔ یعنی بٹائی کے اصول کے مطابق اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تو پھر اسکو یہ چاہیئے کہ معاملہ زمین کی پیداوار کے مطابق نہ ہو۔ بلکہ پہلے ہر زمیندار کو اس کے کھانے پینے کے لئے ایک حصہ زمین کا چھوڑ دیا جائے۔ مثلاً یہ فیصلہ کر دیا جائے کہ اوسطاً ایک خاندان کے گزارہ کے لئے دس ایکڑ زمین کی ضرورت ہے۔ پس جو زمیندار دس ایکڑ سے کم زمین پر کاشت کر رہے ہیں۔ ان سے کسی قسم کا کوئی معاملہ وصول نہ کیا جائے۔ جن زمینداروں کی کاشت اس سے زیادہ ہو انکی زمین میں سے دس ایکڑ زمین پر کوئی معاملہ نہ ہو۔ اس سے زائد پر پھر معاملہ لیا جائے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ دس ایکڑ میرے نزدیک صحیح اندازہ ہے۔ میں نے صرف اسکو مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔ میرے خیال میں بہتر ہوگا کہ ہم نصف مربع زمین کے لئے مطالبہ کریں کہ وہ زمیندار کے گزارے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ جو اس سے زائد زمین ہو اس پر معاملہ لیا جائے۔ کوئی وجہ نہیں کہ جب گورنمنٹ تاجر کی آمد میں سے ایک حصہ بغیر انکم ٹیکس کے چھوڑ دیتی ہے اور صرف دو ہزار روپیہ سے زائد آمد

والے روپیہ والوں پر ٹیکس لگاتی ہے تو کیوں زمینداروں کے لئے وہی صورت بہم نہ پہنچائی جائے۔ جبتک ہم اس قسم کی کوئی سکیم گورنمنٹ سے منظور کرانے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ زمیندار مستقل طور پر اقتصادی تباہی سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

تیسرا سبب تیسرا سبب جو ہمارے ملک کے زمینداروں کی اقتصادی خرابی کا موجب ہے وہ یہ ہے کہ زمیندار حساب نہیں رکھتے۔ وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ فلاں فلاں ضرورت ہمارے سامنے پیش آئی ہے۔ اور اسکو ہم نے پورا کرنا ہے۔ اور اس امر کے متعلق خیال نہیں کرتے کہ وہ ضرورتیں پوری انہوں نے کہاں سے کرنی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک سال انکو دس ہزار کی آمدن ہوتی ہے تو اس کو وہ اسی سال خرچ کر دیتے ہیں۔ اور دوسرے سال اگر انہیں ایک ہزار روپیہ کی آمدن ہوتی ہے۔ تو وہ اپنی باقی پیش آمدہ ضرورتوں کے لئے قرض لے لیتے ہیں۔ حالانکہ صحیح طریق زندگی بسر کرنیکا یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ اپنی پانچ سات سالہ حقیقی آمد کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک اوسط آمد کا اندازہ نکال لیتے۔ اسی طرح وہ اپنی ضرورتوں میں اپنی مستقل اور عارضی ضرورتوں کو ملحوظ رکھ کر اپنا ایک اوسط خرچ نکال لیتے۔ اس صورت میں وہ آسانی کے ساتھ اپنے خرچ کو اپنی آمد کے ماتحت لا سکتے تھے۔ لیکن زمینداروں میں سے غالباً ایک بھی ایسا نہیں کرتا۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ قریباً ہر ایک زمیندار مقروض ہے۔

عجیب بات ہے کہ مزدوروں میں سے اتنے مقروض نہیں نکلیں گے جتنے زمینداروں میں مقروض نکلیں گے۔ حالانکہ ہمارے ملک کے مزدور بھی بہت کم مزدوری پاتے ہیں۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ مزدور کو اپنی مزدوری کا اندازہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے خرچ کو اپنی آمد کے نیچے رکھتا ہے۔ لیکن زمیندار کو اپنی آمد کا اندازہ معلوم نہیں ہوتا۔ پس جو زمیندار کہ اپنے خرچ کو اپنی آمد کے مطابق رکھ سکتا ہے۔ وہ بھی ایسا نہیں کرتا۔ اور مقروض رہتا ہے۔

پس اگر ہمارے ملک کے زمیندار آرام کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ اپنی اوسط آمدنی نکالیں۔ اس اوسط آمدن کے ماتحت اپنے اخراجات رکھیں۔ اور اخراجات میں شادی بیاہ بیماری وغیرہ کے اخراجات کو بھی شامل کر لیں۔ کیونکہ جس سال شادی یا بیاہ کا موقع پیش آئیگا۔ اس سال انکی فصل خاص طور پر زیادہ نہیں ہو جائیگی۔ اور یہ بھی مدنظر رکھیں کہ جس سال انکی فصل زیادہ ہو جائے۔ وہ انکی آمد کی زیادتی نہیں۔ کیونکہ بعض سال ان کی عمر میں ایسے بھی آئیں گے جن میں انکی فصل کم ہوگی۔ پس اوسط آمدن سے زائد آمدن کسی سال میں ہو جائے تو اسکو خرچ نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ تو کم پیداوار والے سالوں کی تکلیف دور کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے انعام ہے۔

زمیندار کیا طریق عمل اختیار کریں

الغرض زمینداروں کو چاہیئے کہ اول اپنی اوسط آمد نکالیں۔ دوم اپنا اوسط خرچ نکالیں۔ اور اس خرچ میں اپنے عارضی اخراجات شادی بیاہ وغیرہ بھی شامل کر لیں سوم اگر کسی سال اوسط آمد سے زائد آمد ہو جائے تو اسے بالکل نہ چھوئیں۔ کیونکہ وہ صرف کم آمد والے سالوں کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے ہے۔ چہارم چونکہ اپنے پاس رقم جمع کرنی مشکل ہوتی ہے وہ ایسی سوسائیٹیاں بنائیں جن میں وہ ہر سال اپنی آمد کا وہ حصہ جو انہوں نے شادی بیاہ وغیرہ کی قسم کے وقتی اخراجات کے لئے مقرر کیا ہے جمع کراتے رہیں۔ جب ایسی ضرورتیں پیش آئیں اسوقت وہاں سے رقم نکلوا کر اس کو خرچ کر لیں۔ یا اس قسم کی سوسائیٹیاں بنائیں جن کے ممبر اپنے اپنے طبقے کے مطابق ایک رقم مقرر کر لیا کریں۔ مثلاً یہ کہ اس سوسائٹی کا ہر ممبر دوسرے ممبر کی شادی وغیرہ کی تقریبوں پر پانچ پانچ یا دس دس روپے دیا کریگا۔ اس طرح پر بھی اس مشکل کا حل ہو سکتا ہے اور زمیندار قرض سے بچ سکتے ہیں۔

ہمارے ملک میں اس سے پہلے اسی قسم کی ایک تجویز پر عمل کیا جاتا ہے جسے اردو میں نیوتا اور پنجابی میں نیوندرا کہتے ہیں۔ لیکن اس کی بنیاد رشتہ داری یا دوستی پر ہے۔ مالی حیثیت پر نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غریب رشتہ دار یا برباد ہو جاتے ہیں یا ذلیل ہو جاتے ہیں۔ وہ رسم ترک کرنے کے قابل ہے۔ اس مشکل کا حل رشتہ داروں کا نیوتا نہیں بلکہ ایک حیثیت کے آدمیوں کا اقتصادی سوسائٹیاں بنانا ہے۔ چونکہ سب لوگ اس میں ایک ہی قسم کی حیثیت کے ہونگے اور امداد مقرر ہوگی۔ اس لیے کسی پر زائد بوجھ پڑے گا اور نہ اسے اپنے ہم جنسوں میں شرمندہ ہونا پڑیگا۔

چوتھا سبب چوتھا سبب جو ہندوستان کے زمینداروں کو مستقل طور پر اقتصادی نقصان پہنچا رہا ہے وہ بد رسومات ہیں جن کی وجہ سے اپنی طاقت سے زیادہ انہیں روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔

میں نے اپنے مضمون کی ابتدا میں یہ کہا تھا کہ یہ رسوم ہی زمینداروں کی تباہی کا موجب نہیں۔ اس کے یہ معنے نہ تھے کہ رسوم کا زمینداروں کی تباہی میں کچھ دخل نہیں۔ بلکہ یہ مطلب تھا کہ صرف یہی سبب انکی تباہی کا نہیں ہے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ سبب بھی بہت کچھ زمینداروں کی تباہی کا موجب ہو رہا ہے۔ پس زمینداروں کو ایسی انجمنیں بھی بنانی چاہئیں جن کے ذریعہ سے رسوم کو مٹایا جائے۔ اور شادی بیاہ کے اخراجات کم کیے جائیں۔ ان رسوم کے مٹانے سے بھی زمینداروں کی اقتصادی حالت بہت کچھ درست ہو سکتی ہے۔

زمینداروں کی تباہی کا سب سے بڑا سبب سب سے آخر میں میں اس سبب کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو سب سے زیادہ زمینداروں کی اخلاقی اور اقتصادی حالت کی تباہی کا موجب ہو رہا ہے جو یہ ہے کہ زمیندار اس قدر قرض کے نیچے دبے ہوئے ہیں کہ وہ پیداوار سے اس کا سود بھی

پوری طرح ادا نہیں کر سکتے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اسوقت زمینداروں پر ایک ارب تیئیس کروڑ روپیہ کا قرض ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ قریباً ڈیڑھ کروڑ ایکڑ زمین فروخت کر کے اس قرض کو ادا کیا جا سکتا ہے۔ جہانتک میں سمجھتا ہوں پنجاب کی صحیح طور پر قابل کاشت زمین اس سے کم ہی ہوگی۔ پس گو بظاہر زمیندار اپنی زمینوں کے مالک نظر آتے ہیں۔ لیکن اگر انہیں اپنے قرض ادا کرنے پر مجبور کیا جائے تو وہ اپنی سب زمینیں فروخت کر کے بھی مقروض کے مقروض ہی رہیں گے۔ موجودہ حالات میں یہ قرض کسی طرح دور نہیں ہو سکتا بلکہ برابر بڑھتا چلا جائیگا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ زمیندار اپنی تمام زمینیں فروخت کر کے ایک سال کا سود بھی ادا نہیں کر سکیں گے۔

یہ صورت حالات ایسی تشویشناک ہے کہ موجودہ غلے کی ارزانی اس کے مقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ پھر کیا تعجب کی بات نہیں کہ ہمارے سمجھدار زمیندار کہ جن کے دماغوں کے متعلق یورپ کے سیاح یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ دنیا کے بہترین دماغوں کے مشابہ ہیں۔ اس خطرناک تباہی کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی جدّ و جہد نہیں کرتے۔ اور انہیں کبھی بھی یہ خیال نہیں آیا کہ وہ سود خوروں کے ہاتھوں میں بھینسوں کی طرح ہیں۔ جن کا کام محض یہ ہے کہ وہ دودھ تو انہیں دیں اور خود صرف بھوسہ پر گزارہ کریں۔ بلکہ بعض حالات میں بھینسوں کی بھی حالت ان سے اچھی ہوتی ہے کیونکہ بھینسیں عام طور پر زمینداروں کے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ جو تکلیف کے وقت میں اپنے آپکو تکلیف دیتا ہے۔ اپنے جانور کو تکلیف نہیں دیتا۔ لیکن زمینداروں کی جان جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ ایسے سنگدل ہیں۔ کہ زمیندار کی موت اور اس کی ہلاکت کا انکو کوئی بھی احساس نہیں۔ پس جبتک اس مصیبت کا علاج نہ کیا گیا۔ زمینداروں کی سب کوششیں لغو اور برباد جائیں گی۔

سُودی قرض کی مصیبت کا علاج

جہانتک میں سمجھتا ہوں اِس مصیبت کا علاج ہو سکتا ہے۔ اور اگر زمیندار متفق ہو جائیں تو بہت جلد ہو سکتا ہے۔ اگر آپ لوگ اپنے اِرد گِرد کے مقروضوں کی فہرستیں بنائیں۔ تو آپکو معلوم ہو جائے گا کہ اکثر لوگوں نے سو روپیہ کی بجائے پانچ پانچ سو روپیہ ادا کیا اور پھر بھی انکے قرضے ادا نہیں ہوئے۔ یہ قرض نہیں یہ قتل ہے جس کو کوئی انسان جائز قرار نہیں دے سکتا۔

پس ضروری ہے کہ تمام کے تمام زمیندار متفق ہو کر یہ فیصلہ کریں کہ چونکہ سود خوار لوگوں کے موجودہ قرض نہایت ہی ظالمانہ شرائط پر دیے گئے ہیں۔ اور زمیندار کی مصیبت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دیے گئے ہیں۔ اس لئے جو شخص اپنے قرض سے دوگنا ادا کر چکا ہے وہ اپنے آپکو قرض سے سبکدوش سمجھ لے۔ آدھی ادائگی اصل کی ادائگی سمجھی جائے اور آدھی ادائگی سود کی ادائگی سمجھی جائے۔ ایسا شخص کوئی زائد رقم ادا نہ کرے۔

اس تحریک کے جاری کرنے سے پہلے یہ ضروری ہوگا۔ کہ سود خواروں سے سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ ان کے ہاں سنا گیا ہے کہ خود ایک ایسا قانون موجود ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ کوئی رقم جب دوگنی ہو جائے تو اس سے زیادہ بڑھانی جائز نہیں۔

اگر ایک تحصیل کے مقروض بھی تیار ہو جائیں

ہاں یہ ضروری ہے کہ اس تحریک کو قانونی اور اخلاقی حد کے اندر رکھنے کے لئے ایک متحدہ اور متفقہ کوشش کی جائے۔ اگر ایک تحصیل کے آدمی بھی اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دائمی غلامی سے بچانے پر آمادہ ہوں۔ تو میں اس بات کا ذمہ لیتا

ہوں۔ کہ میں ایسی تفصیلی سکیم ان کے سامنے پیش کرسکتا ہوں جس پر وہ عمل
کر کے قرض سے نجات پا سکتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ جس علاقہ میں وہ تحریک
شروع ہو۔ خواہ وہ ایک تحصیل کے برابر ہو مگر اس کے تمام افراد یا اکثر افراد اس پر
عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور عارضی طور پر وہ ہر قسم کی تکالیف اٹھانے پر
آمادہ ہو جائیں۔

اگر اس قسم کی کوئی تجویز زمینداروں نے نہ کی۔ تو ان کو یاد رکھنا چاہیے۔ کہ
وہ اور انکی اولادیں کبھی بھی غلامی سے آزاد نہیں ہوسکتیں۔

آیندہ کیلئے سود کی حد بندی کردیجائے

پچھلے قرضے کی ادائگی کے علاوہ آیندہ کے
لئے بھی زمینداروں کو گورنمنٹ پر زور دینا چاہیئے کہ ۱۲ فیصدی سے زائد کسی
صورت میں سود لینے کی اجازت نہ ہو۔ اس سے زائد سود عدالتیں بھی نہ دلوائیں
میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ رقم بھی بہت زیادہ ہے۔ لیکن چونکہ اس وقت تک کوئی حد بندی
نہیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے۔ کہ فی الحال اس شرح پر اتفاق کر لیا جائے۔ کیونکہ
جب تجارتی کمپنیاں رات دن محنت کرنے کے باوجود سات آٹھ فیصدی منافع
کو کافی منافع سمجھتی ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ سود خوار کو اس سے زائد کا حقدار قرار دیا
جائے۔ منافع تو وہی ہو سکتا ہے جو منافع میں سے ادا کیا جائے۔ اگر تجارت میں فرض
کرو کہ دس فیصدی یا پندرہ فیصدی منافع زیادہ سے زیادہ آتا ہے تو ہمیں ماننا
پڑے گا کہ قرض لینے والا پانچ فیصدی سے ۷½ فیصدی تک ہی قرضدار کو ادا
کرسکتا ہے۔ کیونکہ منافع کا کچھ حصہ خود اس کے خرچ کے لئے بھی چاہیئے۔ اور بارہ
فیصدی قرضہ پر ہمیں ماننا پڑے گا کہ ۲۴ فیصدی منافع قرض لینے والے کو
آئے۔ لیکن زمینداره میں تو پانچ فیصدی سے زاید منافع نہیں آتا۔ اور وہ زمیندا

جو پانچ فیصدی خود کماتا ہے۔ بارہ فیصدی سود خوار کو تبھی دے سکتا ہے جب سات فیصدی رقم وہ اپنی جائداد میں سے ادا کرے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ اگر وہ بارہ فیصدی سالانہ پر قرض لے۔ تو پندرہ سال میں اس کی اصل جائداد بھی سود خوار کے گھر چلی جائے۔ اور جو شرح اس وقت سود خوار لیتے ہیں وہ تو اتنی بڑھی ہوئی ہے۔ کہ اگر زمیندار اپنی جائداد کے مطابق قرض لے تو تین چار سال تک اس کی جائداد صرف سود کی ادائیگی میں خرچ ہو جاتی ہے۔

پس جہاں یہ ضروری ہے کہ اپنے پچھلے قرضوں کا فیصلہ کر لیا جائے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ گورنمنٹ پر زور دے کر آئندہ سود کی شرح بھی مقرر کرا لی جائے۔ جو زیادہ سے زیادہ ۱۲ فیصدی ہو۔ زور یہی دینا چاہیئے۔ کہ اس سے کم ہو۔

زمینداروں کی متفقہ کوشش کی ضرورت

اگر زمیندار متفقہ طور پر کوشش کریں۔ تو اس مطالبہ کو چند مہینوں کے اندر منوا لینا کچھ مشکل نہیں۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ملک کی ۸۰ فیصدی آبادی کو غلاموں سے بدتر حالت میں رکھا جائے۔ اور انسانیت کے تمام حقوق سے اس کو محروم کر دیا جائے۔ اور کوئی حکومت جو انسانی حکومت کہلانے کی مستحق ہو ایسی نہیں ہو سکتی۔ جو اس قسم کے جائز مطالبات کا انکار کرے۔ اور اگر کوئی حکومت اس کا انکار کرے۔ تو وہ ۸۰ فیصدی آبادی جو جائز اور صحیح ذرائع سے ایسے شدید ظلم کا ازالہ نہ کروا سکے۔ یقیناً انسان کہلانے کی مستحق نہیں۔ اور یقیناً اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی گردنیں پکڑ کر دوسرے لوگوں کے حوالے کر دی جائیں۔ تاکہ وہ انہیں ہمیشہ کی غلامی میں رکھیں۔ اور کوئی ذلت ایسی نہیں جو ایسے لوگوں کے لئے بُری ہو۔ کیونکہ وہ خود اپنی موت کو بلاتے ہیں۔ اور وہ خود

اپنے لئے رُسوائی چاہتے ہیں۔ اور عارضی آرام کے لئے دائمی غلامی کو پسند کرتے ہیں۔ مگر میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے ملک کے زمیندار خواہ مسلمان ہوں۔ ہندو ہوں۔ سکھ ہوں اس خلاف انسانیت سلوک کی زیادہ برداشت نہیں کرینگے اور متفق ہو کر سود خواروں اور گورنمنٹ کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرینگے۔ اور اس وقت تک آرام نہیں لینگے جبتک وہ اپنے آپکو اور بیوی بچوں کو غلامی سے آزاد نہ کرالیں۔

میں نے بیویوں کا لفظ بلا وجہ زائد نہیں کیا۔ پنجاب میں ایسے علاقے موجود ہیں جہاں زمینداروں نے سود کی ادائیگی کی ضمانت میں اپنی بیویوں کو سود خوار بنیوں کے پاس گرو کیا ہوا ہے۔ جو قرض کرایک زمیندار جیسی باغیرت قوم سے اس قسم کی حرکت کرا سکتا ہے۔ اب وقت ہے کہ اس قرض کا کلی طور پر فیصلہ کر دیا جائے۔ اور وہ فیصلہ ایسے رنگ میں ہونا چاہیئے۔ کہ نہ کوئی ہمارا حق مارے اور نہ ہم کسی کا حق ماریں۔

ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے

میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ میرے خیالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرینگے۔ اور جو باتیں کہ ان میں سے آپکو صحیح معلوم ہونگی۔ ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ تکالیف باتوں سے دور نہیں ہوتیں۔ بلکہ عمل سے دور ہوتی ہیں۔

اب آپ لوگوں کی تکلیفیں اس حد تک بڑھ چکی ہیں کہ زیادہ دیر لگانا علاج کو ناممکن بنا دینا ہے۔ خدا کرے کہ آپ لوگ وقت کی نزاکت کو سمجھیں اور اس تکلیف دہ زندگی سے۔ جو درحقیقت زندگی کہلانے کی مستحق نہیں اپنے آپکو اور اپنی اولاد کو بچائیں۔

پوری امداد کا وعدہ

میں آپ لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اور احمدی جماعت کے تمام افراد اپنی طاقت کے مطابق ہر اس جائز کوشش میں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ جو آپ زمینداروں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کریں۔

ہر قسم کی قربانیوں کیلئے تیار رہیں

لیکن یاد رکھیں کہ کوئی بڑا مقصد بڑی قربانی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور ملک کی ۸۰ فیصدی آبادی کو غلامی اور تباہی سے بچانے کی نسبت اور کوئی بڑا کام کیا ہوگا۔ پس اگر آپ لوگ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو آپ لوگوں کو ہر قسم کی قربانیاں کرنے کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ اگر آپ لوگ یہ سمجھیں کہ بغیر کسی قسم کی تبدیلی کئے بغیر اپنی پرانی عادتوں اور رسموں کو چھوڑنے کے۔ بغیر اپنے طرز رہائش کو بدلنے کے۔ بغیر اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنے کے آپ لوگ کامیابی حاصل کرلیں تو یہ ناممکن ہے اور بالکل ناممکن ہے۔

مگر میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ جن کی بہادری کا ہر میدان جنگ شاہد ہے۔ اور جو دوسروں کی جانیں بچانے کے لئے اپنی جانیں قربان کرتے رہے ہیں۔ اپنے اور اپنی بیوی بچوں کے جائز حقوق کے حصول کے لئے کسی جائز کوشش سے دریغ نہ کریں گے ؎

ملک فضل حسین مینجر بکڈپو پبلشر نے اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں
باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر چھپوا کر شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس اور مسلمان

(از قلم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کا فیصلہ

گزشتہ سال آل مسلم پارٹیز کانفرنس نے ایک فیصلہ کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کے حقوق کا حسب دلخواہ فیصلہ نہ ہو تو راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے مسلمان نمائندے سنٹرل گورنمنٹ کے اختیارات کے تصفیہ میں کوئی حصہ نہ لیں اس وقت مجھے صحیح الفاظ یاد نہیں لیکن فیصلہ قریباً یہی تھا +

گول میز کانفرنس کے مسلمان نمائندوں کا رویہ

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے موقعہ پر اس ہدایت پر عمل کرنے کرتے نہ معلوم مسلمانوں کو کیا ہوا کہ ایک وقت وہ اُس ہدایت کے مفہوم کو پورا کرنے سے قریباً قاصر رہے۔ اُس وقت کئی پرجوش ممبر لنڈن سے روانہ ہو چکے تھے لیکن جو باقی تھے میں انہیں بھی الزام نہیں دیتا۔ بالکل ممکن ہے کہ وہاں کے حالات ہی کچھ ایسے ہوں کہ مسلمان ممبروں کے لئے اس طریق عمل کے سوا کوئی اور راستہ ہی کھلا نہ رہا ہو۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم لوگ، جو ہندوستان میں تھے ہمیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مسلمان ممبر ایک اچھے موقعہ سے فائدہ اُٹھانے سے چوک گئے ہیں +

(بار اول ۔۔۔۔ تعداد ۶۰۰۰)

مجھے بعد میں اپنے انگلستان کے نمائندہ خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب امام مسجد لنڈن سے معلوم ہوا کہ سر آغا خان صاحب پر بھی یہی اثر تھا کہ مسلمانوں نے ایک قیمتی موقعہ کو ہاتھ سے کھو دیا ہے +

مشاورتی کمیٹی میں مسلمانوں کی شرکت

لنڈن میں تو جو کچھ ہوا سو ہوا۔ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی ایک سب کمیٹی جو جناب وائسرائے کی صدارت میں دہلی میں منعقد ہو رہی ہے۔ اب اس کے متعلق بھی مسلمانوں میں یہ سوال پیدا ہو رہا ہے۔ کہ کیا اس میں شمولیت مسلمانوں کے لئے مفید ہو سکتی ہے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ ہمیں اسے بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔ بعض دوسروں کے نزدیک ہمیں اس سے پوری طرح تعاون کرنا چاہیئے۔ اول الذکر کے دلائل مجھے معلوم ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ جب تک ہمارے حقوق کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ مرکزی حکومت کے اختیارات پر بحث کرنے سے ہم ایک رنگ میں اس کے قیام میں ممد ہوتے ہیں اور اس طرح خود اپنے ہاتھ کاٹ لیتے ہیں۔ دوسرے گروہ کا خیال غالباً اس امر پر مبنی ہے کہ اسوقت جبکہ ہندو حکومت کا بائیکاٹ کر رہے ہیں ہمارا حکومت سے تعاون اچھے نتیجے پیدا کرے گا۔ اور انگریزوں اور مسلمانوں میں اچھے تعلقات پیدا کر دے گا + میں ان دونوں گروہوں کو نیک نیت اور مسلمانوں کا خیر خواہ سمجھتا ہوں لیکن میرے نزدیک یہ دونوں گروہ غلطی پر ہیں اور اس نازک موقعہ پر ہمیں اس سے زیادہ غور اور فکر کی ضرورت ہے۔ جس قدر کہ اس وقت مسلمان کر رہے ہیں +

ہمیں اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان کی تاریخ قریب میں مسلمانوں کے حقوق کے طے کرنے کا موقعہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ اور یہ کہ اگر ہم آج غلطی کر بیٹھے۔ تو ہمیں اور ہماری اولادوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اور گو ہم اپنے آپ کو قربان کرنے کو تیار رہوں۔ ہمیں کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ اپنی اولادوں کو قربان کر کے غلامی کے طوقوں میں جکڑ دیں۔ یقیناً اس سے زیادہ بدقسمت انسان ملنا مشکل ہوگا جسکی اپنی

اولاد یا جسکے آباء کی اولاد اس پر لعنت کرے۔ اور اُسے اپنی ذلت کا موجب قرار دے۔

مسلمانانِ ہند کے حقوق کی اہمیت

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا سوال دو چار ہزار آدمیوں کا سوال نہیں۔ بلکہ آٹھ نو کروڑ آدمیوں کا سوال ہے۔ اور پھر صرف ہندوستان کے مسلمانوں کا سوال نہیں۔ بلکہ کل دُنیا کے مسلمانوں کا سوال ہے۔ کیونکہ اس وقت دُنیا کے مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ بیداری ہندوستان کے مسلمانوں میں ہی ہے اور انکی موت سے عالم اسلام کی سیاسی موت اور انکی زندگی سے عالم اسلام کی سیاسی زندگی وابستہ ہے۔ کیا اس قدر عظیم الشان ذمہ داری کیطرف سے ہم لاپرواہی کر سکتے ہیں۔ اسلام تو کیا۔ اگر ہم میں انسانیت کا ایک خفیف سا اثر بھی باقی ہی تو ہم ایسا نہیں کر سکتے۔

صحیح طریقِ عمل

اس تمہید کے بعد میں اپنا خیال ظاہر کرتا ہوں۔ میرے نزدیک ہمیں ہر ایک مخالفت پر بائیکاٹ کا حربہ نہیں اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ بائیکاٹ جبکہ صرف تبادلہ خیال تک محدود ہو۔ صرف ذہنی نشوونما کو روکنے کا ہی موجب ہوتا ہے اس سے زیادہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک صحیح طریق عمل یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے مقصود کے حصول کو تو اصل قرار دیں۔ اور جائز ذرائع کو فرع۔ پس جو جائز ذریعہ ہمیں حاصل ہو ہم اُس کو استعمال کریں۔ اور ذریعہ کو مقصد کا قائم مقام بنا کر اپنی سب توجہ اُسی کیطرف نہ لگا دیں ایک وکیل اگر دیکھے کہ اس کے مؤکل کو اس کے نقطۂ نگاہ کے سوا کوئی اور نقطۂ نگاہ فائدہ پہنچا سکتا ہے تو اُسے اسکے اختیار کرنے میں دریغ نہیں ہونا چاہیئے۔ پس ہمیں اس امر پر زیادہ بحث نہیں کرنی چاہیئے کہ ہم نے کونسا ذریعہ حصولِ مراد کے لئے آج سے پہلے پسند کیا تھا بلکہ اسپر بحث کرنی چاہیئے۔ کہ ہمارے مدعا کے حاصل کرنے کے لئے کونسا ذریعہ مفید ہو سکتا ہے۔ اور کسی جائز راستہ کو اپنے لئے مسدود نہیں کرنا چاہیئے اس اصل کو تسلیم کرتے ہوئے اگر راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی سب کمیٹیوں کی شرکت ہمارے لئے مفید ہو۔ تو ہمیں اس سے دریغ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اگر مضر ہو تو حتی الوسع ہمیں اس سے بچنا چاہیئے۔

مشاورت میں شرکت

سب سے پہلے مشاورت میں شرکت کے سوال کو میں لیتا ہوں۔ شرکت عام طور پر مفید ہوتی ہے کیونکہ

انسان کو اپنے خیالات کے پیش کرنیکا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ اگر وہ پوری طرح کامیاب نہ بھی ہو۔ تب بھی وہ یہ تو روشن کر دیتا ہے۔ کہ میری رائے کے برخلاف اور صحیح دلائل کو نظر انداز کرتے ہوئے میرے مخالفوں نے فیصلہ کر دیا ہے لیکن اس موقعہ پر اس قسم کا تعاون مفید ہوتا ہے جبکہ دوسرا گروہ یہ سمجھتا ہو کہ یہ تعاون کسی مقررہ پالیسی کے ماتحت ہے جب اس کا یہ خیال ہو۔ اور جب یہ واقعہ بھی ہو کہ شرکت یا ذاتی مفاد کی خاطر ہو یا کسی مقررہ پالیسی کے فقدان کی وجہ سے۔ تو ایسی شرکت کوئی مفید نتیجہ نہیں پیدا کر سکتی۔ اور جہانتک میں سمجھتا ہوں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی سب کمیٹیوں میں شرکت اگر کلی طور پر مؤخر الذکر قسم میں داخل نہ ہو تو اسکے مشابہ ضرور ہے مسلمانوں کی ایک ذمہ وار انجمن نے یہ اعلان کر دیا ہوا ہے کہ جب تک مسلمانوں کے حقوق کا فیصلہ نہ ہو۔ اسوقت تک مرکزی ذمہ واری کے اصول کے طے کرنے میں ہمیں حصہ نہیں لینا چاہئیے۔ میری ذاتی رائے بھی یہی ہے کہ یہی فیصلہ معقول ہے

پس اس فیصلہ کی موجودگی میں بغیر کسی شرط کے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی سب کمیٹیوں میں مسلمانوں کی شرکت انگریزوں کے دلمیں یہ خیال ہرگز نہیں پیدا کر سکتی کہ مسلمان ہم سے تعاون کرتے ہیں۔ آؤ ہم بھی ان سے تعاون کریں۔ یہ شرکت انگریزوں کے دلمیں یہ احساس پیدا کریگی کہ مسلمان بے اصولے ہیں انکی قوم کی کوئی پالیسی نہیں۔ اور اگر کوئی ہو تو یہ اسپر قائم نہیں رہ سکتے۔ ایسے بے اصولے لوگوں سے تعاون کوئی مفید نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا۔ آؤ ہم ظاہر میں ان سے فائدہ اُٹھائیں اور اس موقعہ کے منتظر رہیں جبکہ ہندوؤں سے جو اپنے اصول کے پکے ہیں ہمارا مناسب سمجھوتہ ہو سکے۔ انگریزوں کے ذہن میں اس قسم کے خیالات کا پیدا ہونا یقیناً مسلمانوں کیلئے مضر اور اُنکے سیاسی مستقبل کو مخدوش کر دینے والا ہو گا +

مسلمانوں کی سیاسی کمزوری

یہ نہیں خیال کرنا چاہئیے کہ ہماری سیاسی کمزوری سے انگریز واقف نہیں۔ ایسا خیال ہمیں اس کبوتر کے مشابہ کر دے گا جو بلی کے حملہ کے وقت آنکھیں بند کر لیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میرے آنکھیں بند کر لینے سے بلی

کمزوریوں کو خود ان اقوام سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں پس میرے نزدیک ہمارا موجودہ تعاون انگریزوں کے دل پر کبھی بھی اچھا اثر نہیں پیدا کرے گا۔ وہ ظاہر بیں اس سے فائدہ اٹھائینگے لیکن دل میں ہمیں نکما اور ناقابل التفات سمجھیں گے۔

بائیکاٹ کی پالیسی

تعاون کے بعد میں بائیکاٹ کی پالیسی کو لیتا ہوں۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ دنیا کے اکثر افراد کو میرے اس خیال سے اختلاف ہے لیکن میں اس امر کا سختی سے یقین رکھتا ہوں۔ کہ بائیکاٹ ننانویں فیصدی جہالت اور اپنی کمزوری کے چھپانے کیلئے ہوتا ہے۔ وہ ایک سزا تو کہلا سکتا ہے لیکن آلۂ اصلاح ہرگز نہیں۔ ہم جبر سے نہیں بلکہ دلیل سے دوسرے کی اصلاح کر سکتے ہیں پس بائیکاٹ بطور ایک اصلاحی آلہ کے نہ صرف بیکار ہے بلکہ مضر ہے۔ اس وجہ سے بائیکاٹ کا بھی میں سختی سے مخالف ہوں میرے نزدیک نہ صرف اس وقت بلکہ ہمیشہ ہمیں درمیانی راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اور بائیکاٹ کے طریق کو اصلاحی آلہ کے طور پر کبھی استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

جہاں تک مسلمانوں کے حقوق کا سوال ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اسکے متعلق متفق ہے ہم نے اسلامی سادگی سے کام لیکر اقل ترین ضروریات کو مختصر الفاظ میں بیان کر دیا ہے ان میں خفیف تبدیلی صرف تزئین و تحسین کیلئے تو کیجا سکتی ہے لیکن ان میں کوئی اصولی تبدیلی کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے کیونکہ اس سے ہماری قومی زندگی پر تبر چل جاتا ہے جسے ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

مسلمانوں کے مطالبات انگریزوں سے ہیں

یہ ہمارے مطالبات انگریزوں سے ہیں۔ ہندوؤں سے نہیں ہیں کیونکہ اسوقت حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور قانوناً سب سیاسی حقوق انکے قبضہ میں ہیں۔ پس ہم اپنے حقوق کا مطالبہ انہیں سے کر سکتے ہیں۔ ہمارے ان مطالبات کے شائع ہونے پر انگریزوں نے ہمیں مشورہ دیا کہ ہندوؤں سے بھی سمجھوتہ کی کوشش کرو۔ اگر ان سے آپ لوگوں کا اتفاق ہو جائے۔ تو اس میں آپ لوگوں کا نفع ہے نقصان نہیں۔ باوجود

صلح پسندی کے خیال سے ہندوؤں سے سمجھوتہ کی متواتر کوشش کی۔لیکن وہ اس میں ناکام رہے۔میں یہ بحث نہیں کرتا۔کہ کیوں؟ مگر بہر حال مسلمان اس کوشش میں ناکام رہے ہے۔اور اس قدر مرتبہ ناکام رہے ہے۔کہ اب کوئی عقلمند مسلمانوں کو اس تجربہ کے دُہرانے کا مشورہ نہیں دے سکتا۔پس جب یہ طریق جو قانونی لحاظ سے درست نہ تھا۔کیونکہ اختیارات اس وقت برطانیہ کے قبضہ میں ہیں نہ کہ ہندوؤں کے۔ناکام ثابت ہوا تو اب ہمارے لئے ایک ہی راستہ کھلا ہے یعنی انگریزوں سے جنکے ہاتھ میں حکومت ہے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا۔اور پیشتر اسکے کہ مرکزی حکومت کی کوئی معین صورت قرار پائے۔ہمارا فرض ہے کہ ہم برطانیہ سے اپنے حقوق کا تصفیہ چاہیں ہمیں صاف اور واضح طور پر حکومت ہند سے کہدینا چاہیئے کہ مسلمانوں کے یہ یہ مطالبات ہیں۔پیشتر اسکے کہ ہم آگے چلیں ہمیں آپ بتا دیں کہ ان میں سے کس قدر مطالبات آپ منظور کر سکتے ہیں اور کس قدر نہیں۔اور کیوں ہم نے ہندوؤں سے آپ کے کہنے کے مطابق فیصلہ چاہا لیکن انہوں نے ہم سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا چونکہ اس وقت گورنمنٹ آپ کے ہاتھ میں ہے اسلئے ان اختیارات کے دینے یا نہ دینے کا فیصلہ آپ ہی سے ہو سکتا ہے پس ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنا آخری فیصلہ اس بارے میں دیں کیونکہ ہم زیادہ دُور تک اندھیرے میں چلنا پسند نہیں کرتے +

مطالبۂ حقوق کے دو طریق

اس امر کے پیش کرنے کے دو طریق ہیں۔ایک یہ کہ ایک آل انڈیا وفد جناب وائسرائے کے سامنے جاکر مسلمانوں کی طرف سے یہ مطالبہ پیش کرے اور ساتھ ہی درخواست کرے کہ جس عرصہ تک آپ کو اس فیصلہ پر غور کرنے کی ضرورت ہو اس عرصہ تک مرکزی اختیارات اور مرکزی اور صوبجاتی تعلقات کے سوالوں کا فیصلہ ملتوی رکھا جائے +

دوسرا طریق یہ ہے کہ راونڈ ٹیبل کانفرنس کی سب کمیٹی کے مسلمان ممبر ہی اس مطالبہ کو پیش کر دیں +

اگر حکومت مطالبہ منظور نہ کرے

چونکہ ضروری نہیں کہ ہمارے اس مطالبہ کو حکومت تسلیم کرے۔اسلئے ہمیں اس صورت حالات

علاج بھی سوچ لینا چاہیئے۔ میری رائے میں اگر حکومت اس مطالبہ کو منظور نہ کرے اور مسلمانوں کے مطالبات کے متعلق اپنا قطعی فیصلہ شائع نہ کرے جس سے ہمیں یہ معلوم ہو سکے۔ کہ وہ اصطلاحات جنکے پردہ میں ہم سے وعدے کئے گئے ہیں۔ ان کے اصلی معنے کیا ہیں۔ تو اس صورت میں مسلمان ممبران راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کو سب کمیٹیوں میں شامل تو ہونا چاہیئے تاکہ تعاون کا دروازہ کھلا رہے۔ اور تا ایسے مواقع جن میں مشورہ میں شامل ہونا مفید ہو سکتا ہو ہاتھ سے نہ جاتے رہیں لیکن جب بھی کوئی سوال مرکزی اختیارات کے متعلق یا مرکز اور صوبجات کے تعلق کے متعلق آئے۔ انہیں کہدینا چاہیئے۔ کہ چونکہ ہمارے حقوق کا تصفیہ نہیں ہوا۔ ہم اس بحث میں حصہ نہیں لینا چاہتے۔ اس امر کی روزانہ تکرار بائیکاٹ سے یقینی زیادہ مفید ثابت ہوگی۔ اور چند ہی دنوں میں حکومت اس امر کی ضرورت محسوس کرنے لگے گی۔ کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کے متعلق اپنا فیصلہ سنا دے +

بائیکاٹ میں ایک بہت بڑا نقص

بائیکاٹ میں علاوہ مذکورہ بالا نقائص کے یہ نقص بھی ہے کہ حکومت وفادار ممبروں کی جگہ ایسے غدار ممبر مقرر کر سکتی ہے جو مسلمانوں کے مفاد کو بالکل ہی نظر انداز کر دیں۔ پس اگر موجودہ مسلمان ممبر مذکورہ بالا طریق پر اپنی وفاداری کا ثبوت دیں تو ان کا ممبر رہنا مسلمانوں کے لئے ان کے علیحدہ ہونے سے بدرجہا بہتر ہوگا +

سارے ہندوستان میں جلسے منعقد کئے جائیں

ایک اور امر بھی میرے نزدیک ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک خاص دن مقرر کر کے سارے ہندوستان میں مسلمان جلسے کر کے اس امر کے ریزولیوشن پاس کریں کہ اب وقت آگیا ہے کہ حکومت مسلمانوں کے حقوق کے متعلق اپنا آخری فیصلہ شائع کرے پس ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کا فیصلہ مخالف ہو یا موافق۔ مرکزی حکومت کے ڈھانچے کے تیار ہونے سے پہلے شائع کر دیا جائے۔ مسلمانوں کے نمائندوں کو بھی چاہیئے کہ وہ فوراً اسکے سب ملکر یا ان میں سے جسقدر بھی اپنی قوم کی ترجمانی کیلئے تیار ہوں حکومت تک ہمارا یہ خیال پہنچا دیں اور اگر حکومت اس کے بعد بھی اپنا فیصلہ شائع نہ کرے تو انہیں چاہیئے کہ ایسے تمام سوال جو مرکزی اختیارات کے متعلق ہوں

یا جن میں مرکز اور صوبجاتی حکومت کے اختیارات کی حد بندی کی جاتی ہو۔ انکے متعلق احتجاج کرکے خاموش بیٹھے رہیں اور صرف کارروائی سنتے رہیں تاکہ ان کا علم کامل رہے۔ اور صورتِ حالات کی تبدیلی کی صورت میں وہ فوراً کام شروع کر سکیں۔ تمام ہندوستان میں ان قراردادوں کے پاس ہونیکے بعد وفادار مسلمان نمائندوں کے ہاتھ مضبوط ہو جائینگے۔ اور وہ جو اپنی قوم کی ترجمانی کرنا پسند نہیں کرینگے انکے متعلق ظاہر ہو جائیگا کہ وہ اس کانفرنس میں ذاتی اعزاز کے حصول کی نیت سے شامل ہوئے ہیں نہ کہ کسی قومی فائدہ کو مدنظر رکھکر۔ اگر مسلمان نمائندے سب کے سب یا ان میں سے بعض باوجود اپنی قوم کے مطالبہ کے بلا قید شرکت کو جاری رکھیں تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ انکے متعلق عدم اعتماد کا ریزولیوشن پاس کرکے حکومت کو بھجوا دیں اور تمام ہندوستان میں دوبارہ جلسے کرکے اس امر کا اعلان کر دیا جائے۔ کہ مسلمانوں کی نمائندگی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں بالکل نہیں ہے۔ یا ناکافی ہے +

برطانیہ کے لئے مسلمانوں سے سمجھوتہ ضروری ہے

میں سمجھتا ہوں کہ خواہ کوئی کیسی ہی زبردست نمائندہ انجمن ہو اسکے فیصلہ کی نسبت یہ تمام ہندوستان کے جلسے زیادہ با اثر اور زیادہ مفید ثابت ہونگے۔ اور حکومتِ ہند اچھی طرح معلوم کر لیگی۔ کہ مسلمانوں کے اصل خیالات کیا ہیں۔ اور چونکہ حق یہی ہے کہ اسوقت برطانیہ کا اپنی شان و شوکت کو قائم رکھنا مسلمانوں سے اتحاد کے بغیر ناممکن ہے اور موجودہ حالات میں مسلمانوں کا بھی اس میں فائدہ ہے کہ انگریزوں سے جو مسلمانوں کی طرح سب دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں باوقار سمجھوتہ کر لیں۔ اسلئے جب مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ حکومت تک پہنچ جائیگا۔ تو برطانیہ ضرور اسکی طرف توجہ کریگا۔ اور اگر وہ ایسا نہ کریگا تو ہماری طرف سے اسپر حجت تمام

اظہار خیالات کی دعوت

وہ مسلمان جو میرے اس خیال سے متفق ہوں۔ اگر اپنے خیالات پبلک میں یا خطوط کے ذریعہ سے ظاہر کریں تو ہو سکتا ہے کہ مناسب مشورہ کے بعد کوئی خاص دن اس غرض کیلئے مقرر کر دیا جائے جس میں سب ہندوستان میں مذکورہ بالا غرض کیلئے جلسے منعقد کئے جائیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس نازک موقعہ پر مسلمان اپنے فوائد کو یوں کچلتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرینگے اور موقعہ کی اہمیت کے مطابق بیداری اور قربانی کا ثبوت دینگے +

نوٹ تمام دردمند مسلمانوں سے میری درخواست ہے کہ وہ اس مضمون سے اپنے علاقہ کے لوگوں کو آگاہ کر دیں +

خاکسار مرزا محمود احمد

(ملک) فضل حسین مینجر بکڈپو و پبلشر نے مطبع اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر چھپوا کر شائع کیا۔